God In Islam

By

Rev.W.Goldsack

خدائے اِسلام

یعنی

اہلِ اسلام کے الٰہی اعتقاد کی تحقیق

از

علامہ ڈبلیو گولڈسیک صاحب

اللہ لَا اِلٰہ اِلاَّ ھُو الحی القیومُ

(اللہ حی القیوم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے)

جس کو

کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا نے

شائع کیا

۱۹۱۹ء

By Kind Permission of the C.L.S

Approved by the C.L.M.C

Urdu

July.21.2006

www.muhammadanism.org

خدائے اسلام

فہرستِ مضامین

تمہید

کسی مذہب کی فضیلت اس بات میں نہیں ہوسکتی کہ وہ بہت سے ممالک کا مذہب ہے یا اُس کے ماننے والے زیادہ ہیں بلکہ صرف اسی ایک بات میں کہ خدا کی ذات اوراُس کے کیرکٹر کے بارے میں دیگرمذاہب کے مقابلے میں اعلیٰ اورافضل تعلیم دے کیونکہ تمام اخلاقی شریعت کا دارومدار اسی بات پر ہے۔ خواہ کوئی مذہب خدا کی توحید کی تعلیم دے خواہ اُس میں الہٰوں کی کثرت پائی جائے لیکن زیادہ ترقابلِ غوریہ بات ہے کہ خدا کے کیرکٹر اورخدا کی صفات کی تعریف اُس میں موجود ہے یا نہیں۔ کیونکہ کیرکٹر اورصفات کو چھوڑ کر خالص توحید کی تعلیم اُفتادہ انسان کو اٹھانے اوراُس کے دل میں عظمت ایزدی قائم کرنے کےلئے پاگل ناکافی ہے ۔ خدا کے لئے کیرکٹر ازبس بنیادی اورلابُدی اصول میں سے ہے۔

اگرکوئی محقق یہ دریافت کرنا چاہے کہ خدا کے حق میں اہل اسلام کا کیا اعتقاد ہے توعام طورپر اُس کے لئے معلومات کے صرف چاروسیلے ہیں:

اول: قرآن جومجمل وپُرمعنی کلمه لا اله الا الله (الله کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) سکھاتا ہے۔

دوم: احادیث جن میں حضرت محمد کی زبانی تعلیم کا ذخیرہ ملتا ہے اوربعد کے زمانے کے بعض خیالات بھی پائے جاتے ہیں۔

سوم: اجماع یعنی علمائے اسلام کی متفق علیه رائے۔

چہارم: قیاس یعنی تعلیم اسلام کے متعلق علمائے اسلام کے اخذ کردہ نتائج۔ پس اب یه بات صاف ظاہر ہے که خدا کے حق میں اہل اسلام کا اعتقاد معلوم کرنے کے لئے ہرچہار شواہد مذکورہ کی تحقیق وتدقیق نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا ہم اس کتاب میں ان چاروسیلوں یعنی قرآن۔احادیث۔ اجماع قیاس کودکھلادینگے تاکه پڑھنے والا اُنہیں سے دریافت کرکے فیصله کرسکے که خدا کی نسبت اہل اسلام کا اعتقاد کہاں تک کافی اورقابلِ قبول ہے۔

حضرت محمد کے الٰہی اعتقاد کے ماخذ ضروربہت سے تھے۔ غالباً نیچرآپ کا سب سے بڑا معلم تھا۔ چنانچه قرآن کے بعض نہایت فصیح مقامات میں خدا کی خالقانه عظمت وبزرگی کا بیان پایا جاتاہے ۔ جب آپ عالمِ شباب میں بھیڑبکریوں کی گله بانی کرتے تھے تب بھی ضرور اُس خالق بلندی وپستی کی بزرگ ہستی کا خیال آپ کے دل ودماغ میں سماگیا ہوگا۔ آپ کو ضرور یه خیال آیا ہوگا که کوئی اعلیٰ ہستی آپ کے ہر چہار طرف اپنے وجود کے مظاہرے کے وسیلے سے جلوه گر ہے۔ چنانچه بعد کے زمانے میں جوخیالات آپ نے نہایت خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ اپنی بُت پرست قوم کے سامنے پیش کئے وه اس زمانے میں آپ سیاروں ،ستاروں اورتمام اجرام فلکی کی حرکات اورالٰہی دانائی وحکمت کی بین آیات سے حاصل کئے تھے۔ پھر کوه حایرا کی غار میں آپ کے مراقبے نے اسلامی عمارت کا خاکه تیارکرنے میں آپ کو ضروربہت مددی ۔ حضرت محمد کی ذکی طبعیت اوردل ودماغ پر بسا اوقات یه حقیقت نقش ہوگئی ہوگی که : خدائے تعالیٰ احکم الحاکمیں ہمیشه علانیه شان وشوکت اورکروفر کے ساتھ اوررعدوبرق کے شوروشعب سے باتند اورطوفانِ عظیم کے رُعب کے ساتھ ہی اپنی قادرہستی کا اظہار نہیں کرتا بلکه بخلاف اس کے بسا اوقات عالم

خاموشی میں نہایت دھیمی آواز سے نیچر کے ذریعے سے اپنے آپ کو تمام کون ومکان کا خالق ومالک اورقادرمطلق خداوند ثابت کرتا ہے۔

پس ظاہر ہے کہ خدا کی نسبت حضرت محمد کے ابتدائی خیالات کی بنیاد اُنہیں حیرت خیز نیچری نظاروں پر تھی جوآپ کے ہرچہارطرف تھے۔ چنانچہ باربارقرآن کی نہایت شستہ اورفصیح نظم میں آپ اہلِ عرب کو اُس علت العلل کی یادوعبادت کی طرف بُلاتے ہیں۔ قرآن کی ان بتدائی سورتوں میں خدائے قادر کی قدرت وحی کانہایت عمدہ نمونہ یوں مندرج ہے" هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلاَئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَاء وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ(وہی ہے خوف واُمید کے لئے تمہیں بجلی دکھلاتا ہے اور وہی بھاری بادلوں کو لاتا ہے۔ رعد اُس کی حمد بیان کرتا ہے اورفرشتگان بھی ڈرتے ہوئے اُس کی توصیف کرتے ہیں۔ وہ رعد کوبھیجتا ہے اوراُس کے وسیلے سے جسے چاہتا ہے پکڑلیتا ہے ۔ پھر بھی وہ خدا کی بابت جھگڑتے ہیں لیکن وہ سخت قوت والا ہے)۔

پھر سورہ بقرہ کی ۱۶۴، ۱۶۵ ویں آیات میں یوں مرقوم ہے وَإِلَـهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لاَّ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ السَّمَاء مِن مَّاء فَأَحْيَا بِهِ الأرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخِّرِ بَيْنَ السَّمَاء وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ(تمہارا خدا خدائے واحد ہے ۔ اُس کے سوا کوئی اورخدا نہیں ہے ۔ وہ رحمان اوررحیم ہے۔ زمین وآسمان کی پیدائش میں اورشب وروز کے اختلاف میں۔ دریا میں چلنے والی کشتی میں جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے اوربارش میں جو خدا آسمان سے نازل فرماتا ہے جس سے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اورچوپایوں کو اُس پر منتشر کرتا ہے اورزمین وآسمان کے درمیان ہواؤں اوربادلوں کی تسخیر میں سمجھدارلوگوں کے لئے نشانیاں ہیں)۔

پھر خدا کے بارے میں حضرت محمد کے اعتقاد کا دوسرا ماخذ آپ کے ہمعصر فرقہ حنیف تھا۔ فرقہ حنیف کے لوگوں نے ہر طرح کی بُت پرستی کو ترك کرکے تمام دیگر اہل عرب کے خلاف صرف خدائے واحد کی پرستش

وعبادت اختیار کی تھی۔ حضرت محمد کا ان لوگوں سے ضرور میل جول تھا۔اگرخدا کی بابت آپ کی تعلیمات کا عقائد ومسائل حنیف سے مقابلہ کیا جائے توصاف معلوم ہوجائے گا کہ خدائے تعالیٰ کے بارے میں آپ کے خیالات زیادہ تراسی فرقے سے اخذ کئے گئے ہیں۔

سوم۔ خدا کے حق میں حضرت محمد کے خیالات اور عقائد زیادہ اُن میں یہودیوں اورعیسائیوں کی صحبت سے موثر ہیں جوآپ کے زمانے میں ملک عرب میں آباد تھے اگر کوئی اُن تمام یہودی کہانیوں کو پڑھے جوقرآن میں بار بار دہرائی گئی ہیں اورحضرت محمد کے دعویٰ کے منانے کے لئے عبادت میں شامل کی گئی ہیں توصاف معلوم ہوجائیگا کہ خدا اوردنیا میں خدا کی حکومت کے خیالات میں حضرت محمد کہاں تک یہودیوں کے قرضدارہیں پھراس کے ساتھ ہی اگرآپ کے تصورات کا جوش اورشاعرانہ طبیعت بھی مدِنظر ہوتوبخوبی سمجھ میں آجائیگا کہ اہل اسلام کا الہٰی اعتقاد کن کن تاثیرات سے پیدا ہوئے ہیں۔

تمام محققینِ اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کا سارا زورخدا کی توحید پر ہے۔ جومشُرك اپنے بُتوں کو چھوڑکر لا اله الا الله کہنا سیکھ لیتاہے وہ فوراً شخصی عزت بلکہ دیوانگی حاصل کرتاہے جس کے وسیلے سے وہ تمام مشکلات پر غالب آنے کے لائق خیال کیا جاتاہے لیکن جیسا کہ ہم اس سے پیشتر کہہ چکے کہ خدا کی خالص توحید کی تعلیم انسان کی اصلاح کرنے اوراُس کے لئے پاکیزگی کاخاص خیال کرنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ ان ساری باتوں کا دارومدار خدا کے کیرکٹر اوراُس کی صفات پر ہے۔ اب مسلمان پڑھنے والا تمام تعصبانہ خیالات سے خالی ہوکر ہمارے ساتھ اس امر کی تحیق میں مشغول ہوئے کہ کتب اسلام میں خدا کے بارے میں کیا تعلیم پائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال رہے کہ اگر کہیں زبان سخت معلوم ہو تووہ اُس کے خلاف نہیں بلکہ اُن عقائد کے خلاف ہے جوخدائے پاك کی شان کے شایاں نہیں ہیں جن کو خدا کا ہرایك مخلص بندہ واجبی غیرت سے ردکریگا۔

اب ہم اہل اسلام کے ابتدائی اوربعد کے تکمیل یافتہ الہٰی اعتقاد کی تحقیق کرتے وقت اکثر اوقات اُس کا مسیحی اعتقاد سے جس کی بنیادتوریت وانجیل کے الہام پرہے مقابلہ کرینگے اورہماری دعا ہے کہ وہ وحدہ لاشریک الہ " راہ راست پرہماری ہدایت ورہبری کرے۔

خدائےِ اسلام

باب اوّل

وحدتِ خُدا

قرآن میں وحدتِ خدا پربکثرت عبارات پائی جاتی ہیں اوراُن میں سے بعض فصاحت وبلاغت سے پُرہیں۔مثلاً سورہ اخلاص میں یوں مرقوم ہے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌاللَّهُ الصَّمَدُلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْوَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (کہہ اللہ ایک ہے اور اللہ ازلی ہے ۔ وہ جنتا نہیں اورنہ جنا گیا ہے اورنہ کوئی اُس کی مانند ہے) حضرت محمد متواتر نیچر کی خدا کی وحدت کی دلیل کے طورپر پیش کرتے تھے ۔ چنانچہ ایسی عبارات کے نمونے کے طورپر ہم اس جگہ آیت الکرسی درج کرتے ہیں جوکہ سورہ بقرہ میں یوں مندرج ہے۔اللّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلاَّ بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلاَّ بِمَا شَاء وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَلاَ يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (سورہ بقرہ ۲۵۵

اللہ حی القیوم کے سوا کوئی اورخدا نہیں ہے۔ نہ وہ اونگتا ہے اورنہ سوتا ہے آسمان وزمین کی سب معموری اُسی کی ہے۔ کون اُس کے پاس شفاعت کرسکتا ہے سوائے اُس کے جس کو وہ اجازت دے؟ جو کچھ اُن کے آگے اور پیچھے ہے وہ سب جانتا ہے اوروہ اُس کے علم کے کسی حصے پر حاوی نہیں سوائے اُس پر جواُسے پسندآتا ہے۔ اُس کی سلطنت تمام زمین وآسمان پر ہے اوروہ ان دونوں کی حفاظت سے ماندہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بزرگ وبرتر ہے)۔

قرآن میں باربارتوحید الہٰی کے ثبوت میں شرک کی نامعقولی پیش کی گئی ہے ۔ چنانچہ سورہ مومن کی ۹۲ویں آیت میں مرقوم ہے " ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ اذالذ ھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علیٰ بعض سبحان اللہ عما یصفون " (خدا کا کبھی کوئی بیٹا نہیں ہوا نہ کبھی اُس کے ساتھ کوئی خدا تھا۔ کیونکہ اس حال میں ہرایک خدا اپنی مخلوق لے بھاگتا اوربعض اپنے آپ کو دوسروں پر برتری دیتے اللہ اُن سب باتوں سے پاک ہے جو وہ اُس کے حق میں کہتے ہیں)پھر سورہ انبیاء کی ۲۲ویں آیت میں مرقوم ہے"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (اگرزمین وآسمان میں خدا کےس وا اورمعبود ہوتے تو ضرور وہ دونوں(زمین وآسمان) خراب ہوجاتے ہیں یعنی ان معبودوں کے باہمی مقابلہ اورنااتفاقی کے سبب سے تمام مخلوقات درہم برہم اورتباہ ہوجاتی۔

حضرت محمد نے بدرجہ غائت بُت پرستی کی تردید کی اورسوائے ایک مختصر اور عارضی وقفہ کے ہمیشہ تردید کرتے رہے ۔ بتوں کو" شرشیطانی" کے نام سے نامزد کیا اور متواتر مکروہ ومردود ٹھہرایا۔ صاف بیان کیاکہ بُت ہمارے نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتے اوربُت پرستوں کی سزا کو نہایت ہولناک صورت میں پیش کیا۔ آپ نے صرف لامذہب عربوں ہی بُت پرستی کو ملعون ومذموم قرارنہیں دیا بلکہ ایک اوراعتقاد کو جس کے مطابق فرشتگان کو بیویوں اور بیٹیوں کے طورپر خدا سے منسوب کیا جاتا تھا ۔نہایت ہجویہ الفاظ میں مذموم بیان کیا۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی ۴۲ آیت میں مرقوم ہے " أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلآئِكَةِ إِنَاثًا " (کیا تم کو تمہارے رب نے بیٹے چن دئے اوراپنے لئے فرشتوں سے بیٹیاں لیں؟)اسی طرح سے الہٰی انتظام میں

خدا کے ساتھ کسی کو شریک ماننے کے خیال کی بھی قرآن نے تردید کی چنانچہ سورہ انعام کی ایک سوپہلی آیت میں یوں مندرج ہے " توبھی وہ جنوں کو اُس کا شریک بناتے ہیں حالانکہ اُس نے اُنہیں پیدا کیا ہے"۔

لیکن حضرت محمد نے صرف بُت پرستی کی تردید نہیں کی بلکہ مسیحیوں کو مُشرک ٹھہرایا اوراُن پر تین خدا ماننے کا الزام لگایا۔ اس الزام کی بنیاد تعلیم تثلیث پرتھی جس میں مسیح کی الہٰی انبیت شامل ہے۔ یہودیوں پر بھی یہ الزام لگایا کہ وہ عذرا کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ نہ اُن کتابوں میں اس کا ذکر ہے اور نہ اُن کی روایات ہی میں اس کا کچھ پتہ ملتا ہے کہ اُنہوں نے کبھی عذرا کو ابن اللہ یا خدا کا بیٹا کہا۔تثلیث کی نسبت جوبیشمار حوالجات قرآن میں پائے جاتے ہیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راسخ الاعتقاد مسیحیوں میں تثلیث کی جوتعلیم مانی اورسکھائی جاتی ہے آپ اُسے مطلق نہیں سمجھے۔ ایک سے زیادہ مرتبہ غلطی سے باپ ،بیٹے اورمریم کو تثلیث کے اقانیم ثلاثہ کے طورپر پیش کیا ہے ۔ چنانچہ سورہ مائدہ کی ۷۷ویں آیت سے ۷۹ ویں آیت تک یوں مرقوم ہے" لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَـهٍ إِلاَّ إِلَـهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ أَفَلاَ يَتُوبُونَ إِلَى اللّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلاَنِ الطَّعَامَ-

(کافر کہتے ہیں یقیناً اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ مسیح ابن مریم محض ایک رسول ہے۔ اُس سے پیشتر رسول ہوچکے ہیں اوراُس کی ماں مومنہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے)پس اب قرآن ہی کے بیان سے اظہر من الشمس ہے کہ تثلیث کی جس تعلیم کو مسیحی مانتے اورسکھاتے ہیں حضرت محمد نے اُس کی تردید نہیں کی بلکہ لاعلمی کے سبب سے ایک خیالی اوروہمی تین خداؤں کے ایمان کی مخالفت کرتے رہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کی ۱۱۶ویں آیت میں مندرج ہے ۔وَإِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَـهَيْنِ مِن دُونِ اللّهِ (اورجب خدا نے کہا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تونے لوگوں سے کہاکہ مجھ کو اورمیری ماں کو اللہ کے سوا دومعبود مانو؟)حضرت محمد کی غلطی مفاعف تھی ایک توآپ نے اقانیم تثلیث میں روح القدس کی جگہ مریم کو شامل کیا

اوردوسرے یہ خیال کیاکہ مسیحی لوگ اقانیم ثلثہ تثلیث کو جُدا جُدا تین خدا مان کراُن کی عبادت کرتے ہیں ۔ پس جس بات کی قرآن بڑے زوروشور سے تردید کرتاہے وہ الہوں کی کثرت ہے۔ مسیحی لوگ بھی ایسے مشرکانہ خیال واعتقاد کی تردید کرنےمیں مسلمانوں سے کم غیرت مندنہیں ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ نیک نیت وحق پسند مسلمان حضرت محمد کیاان غلطیوں کی موجودگی میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ ہے جو جبرائیل فرشتہ کی معرفت حضرت محمد پر نازل ہوا۔ اس مقام پر یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے کہ عرب میں علم الاشیاء قدیمہ کی معلومات زبان اورتواریخ کے فتویٰ کی پورے طورسے تصدیق کررہی ہیں اوراُن سے صاف ظاہر ہوتاہے کہ جومسیحی عرب میں آباد تھے وہ اقانیم ثلثہ تثلیث میں باپ، بیٹے اورروح القدس ہی کو شامل کرتے تھے کیونکہ یمن میں ڈاکٹر ایڈورڈ گلیسر صاحب نے مسیحی لوگوں کی یادگاروں کو دریافت کیا توان پر۵۴۲ء کا یہ لکھا پایاکہ " خدا نے رحیم اوراُس کے مسیح اورروح القدس کی قدرت سے "۔

مسیحیوں کے الہٰی اعتقاد کی بنیاد اُن الفاظ پر ہے جوسیدنا مسیح نے استعمال کئے جیساکہ انجیل مرقس کے ۱۲ویں باب کی ۲۹ویں آیت میں مرقوم ہے" اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" مسیحی اعتقاد میں تثلیث فی التوحید ہے نہ کہ جُدا جُدا تین خداؤں کی تعلیم۔ لیکن حضرت محمد نے غلط فہمی کی اوراس غلط فہمی میں آپ کے مومنین بھی اُس وقت سے آج تک شریک ہوتے چلے آئے ہیں۔ آپ نے مسیح کی الہٰی ابنیت کو نہ سمجھا اوریہ خیال کرکے کہ مسیحی لوگ مسیح کو خدا کا جسمانی بیٹا مانتے ہیں اُس کی تردید کی۔ آپ کی یہ غلط فہمی قرآن سے بخوبی ظاہر ہے چنانچہ مثال کے طورپر ہم ایک دوآیتیں نقل کرتے ہیں۔ سورہ انعام کی ایک سوپہلی آیت میں مندرج ہے بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ (وہ زمین وآسمان کا خالق ہے۔ اُس کا بیٹا کہاں سے ہوگا جبکہ اُس کی کوئی بیوی نہیں ہے)۔ پھر سورہ مومن کی ۹۲ویں آیت میں مرقوم ہے" وما اتخذ اللہ من ولد" (خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے)۔ مفسرزمخشری کی تفسیر کے مطالعے سے کسی قدر معلوم

ہوسکتا ہے کہ ابنیتِ مسیح کے بارے میں مسلمانوں کے کیا خیالات ہیں ۔ چنانچہ مفسر مذکور سورہ نساء کی ۱۶۹ ویں آیت کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اس مقام پر قرآن اُنہی کے (مسیحیوں کے) الفاظ کو پیش کرتا ہے کہ خدااور مسیح اورمریم تین خدا ہیں اورمسیح خدا اورمریم کا بیٹا ہے" جب مسلمانوں کے ذہن میں تثلیث کے بارے میں ایسے خیالات ہیں توکچھ تعجب نہیں کہ عقیدہ تثلیث کو توحید کامنافی سمجھتے ہیں لیکن اگر ٹھیک طورسے سمجھ لیا جائے تومسئلہ تثلیث ہرگز ہرگز منافی توحید نہیں ہوسکتا۔ مسیحی بھی خدا کی وحدت وتوحید پر بہت زوردیتے ہیں اورمسلمانوں کی طرح مانتے ہیں کہ صرف ایک ہی خدا ہے۔ مریم کو خدا ماننا اوراُس کی خدا کی سی عبادت کرنا اورمسیح کو خدا کے سوا ایک اورخدا ماننا تمام مسیحیوں کے نزدیک کفر عظیم ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ " ایک زندہ وازلی خدا کی ذات پاک میں یا اُس قدوس کی واحد ذات وہستی کے اندراندراقانیم ثلثہ ہیں" ہرگز ہرگز توحید الہٰی کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ بخلاف اس کے یہ حقیقت دین اورفلسفہ میں بہت سی باتوں کے سمجھنے میں مدد کرتی ہے اور"کلمتہ اللہ " و" روح اللہ" وغیرہ مسیح کے القاب پر جوکہ کسی محض انسان کے حق میں استعمال نہیں ہوسکتے بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اگر برادران اہلِ اسلام اپنے پُرانے خیالات کو چھوڑکر اورمسیح کی ابنیت کے جسمانی خیال کو ترک کرکے اُسے روحانی تعلیم کے طورپر سمجھنے کی کوشش کریں تو اُن کو مسیحی تعلیم تثلیث میں کوئی ایسی بات نہیں آئیگی جس سے خدا کی وحدت کی مخالفت ہو۔ پہلے تمام مخلوقات سے خدا کے وجود کا جدا تصورکریں اوراُسے اُسکی بے نظیر وپُرجلال توحید کے تخت پر دیکھیں اورپھر ذہن کی آنکھیں کھول کر واحدِ خدا کی ذات پر غورکریں۔ جیساکہ خدا کی صفات میں کثرت دیکھتے ہیں ممکن ہے کہ اُس کی واحد ذات میں بھی کثرت کا مشاہدہ کریں۔ لیکن اس ذاتی وصفاتی کثرت سے اُس کی وحدت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ وہ ویسا ہی لاثانی اور وحدہ لاشریک لہ رہتا ہے۔ پس مسیحیوں اور محمدیوں میں امرمتنازعہ یہ نہیں کہ آیا خدا ایک ہے یاایک سے زیادہ ہیں

بلکه اصل مبحث یه ہے کہ واحدِ خدا کی ذات کیسی ہے اوراُس ذات میں کونسے رازمخفی وسربستہ ہیں۔

اگراہل اسلام خدا کی ذات پر اس طرح سے غورکرنا شروع کریں توہمیں پختہ یقین ہے کہ اُن کی بہت سی مشکلات کا فورہوجائیگی ۔ اس مقام پریہ امر ملحوظ ظاہر ہے کہ خدا کی تثلیث فی التوحید ذاتِ الہٰی کا مکاشفہ ہے اورمسیحیوں کے ایمان کی بنیاد اسی حقیقت پر ہے۔یہ ممکن ہے کہ اس کے متعلق بہت سی مشکلات ہوں لیکن یہ مشکلات اُن مشکلات سے ہرگز ہرگز بڑی خیال نہیں کی جاسکتیں جواُس خشک توحید سے علاقہ رکھتی ہیں جس کے لحاظ سے خدا ہمیشہ سے ایک سنسان تنہائی میں موجود ہے۔ یایوں کہیں کہ محب بے محبوب ہے یا عالم بلا معلوم ہے۔

ہم ہر چہارطرف سے رازرموز سے محصورہیں اوراُن اسرار سے تثلیث فی التوحید کی نسبت بہت سے اشارات ملتے ہیں۔ مثلاً آفتاب میں قوت ، گرمی، اورروشنی یاہرانسان فردواحد میں جسم، ذہن اورروح پر ہے۔ پس اگرخدا کی ذاتِ واحد میں ہستیوں کی کثرت پائی جائے توکچھ تعجب کی بات نہیں ہے بہر حال جبکہ ہم مخلوقات کے اسرار کو سمجھنے سے عاجز وقاصر ہیں توکیا" یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کا مصداق بننا نہیں ہے کہ ہم الہٰی ذات کے اسرارکوسمجھنے کا دعویٰ کریں اورخود رائے بن کر اُس کی ذات میں تثلیث کے امکان کے منکر ہوں۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کے لحاظ سے الہٰی وحدت میں کسی نہ کسی طرح کی کثرت ماننی پڑتی ہے۔ مثلاً انسانیت کا ایک اعلیٰ وپاکترین تقاضا" محبت" ہے ۔ انسان محبت کرتا ہے اوریہ بھی آروز رکھتا ہے کہ اُس کے ہم رُتبہ ہمجنس اُس سے محبت رکھیں کیاہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا خود انسان کا خالق کسی وقت اس وصف " محبت" سے خالی تھا؟ کیا وہ دنیا اورفرشتگان کی پیدائش سے پیشتر خالی ازمحبت خشک وحدت میں موجود تھا ؟ اس قسم کے خدا کی شخصیت بمشکل ہی متصورہوسکتی ہے۔کیونکہ شخصیت کا مفہوم ایسی ذات ہے جس کو اپنی اوراپنے خواص کی ہستی کا علم واحساس ہویعنی اُس کے لئے عالم ومعلوم ہونا ضرور ہے ۔ ہمہ اوست والوں نے بھی اس حقیقت کا اقرارکیا ہے

اورایک طرح کی تثلیث قائم کی ہے جس کادارومدارکائنات ہی پر رکھا ہے۔ اُن کے خیالات کے مطابق خدا اپنے آپ کوکائنات سے تمیزکرتا ہے اوراس طرح اپنی ہستی کے احساس کی صفت سے متصف ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " چونکہ خدا ازلی ہے وہ ہمیشہ اپنی ذات کے احساس کے لئے اپنے مقابلے میں فطرت کو قائم رکھتا ہے" مسیحی علما اس الہٰی ذات کے احساس کا ذریعہ سیدنا مسیح خدا کے ازلی بیٹے میں پاتے ہیں ۔ لہذا مسیحی فلسفہ الہٰی الہام سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔ اگراہل اسلام مندرجہ بالا بیان کو سیدنا مسیح کے بیان کے ساتھ ملا کر دیکھیں توصاف معلوم ہوجائے گا۔کہ اسلامی خشک توحید کے مقابلے میں تثلیث فی التوحید کی تعلیم نہایت ہی اعلیٰ وتسلی بخش ہے ۔ سیدنا مسیح کے دعائیہ الفاظ کیسے پُرمعنی ہیں چنانچہ وہ فرماتا ہے "اے باپ تواُس جلال سے جومیں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا مجھے اپنے ساتھ جلالی بنادے" پھر فرمایا " تونے مجھے بنائے عالم سے پیشتر مجھ سے محبت رکھی"(یوحنا ۱۷: ۵، ۲۴)۔

اسمائے الہٰی مندرجہ قرآن میں سے ایک " القیوم" ہے کیا لیکن القیوم کا یہ تقاضہ نہیں کہ کسی طرح کی کثرت اُس ذات واحد کے اندراندرپائی جائے تاکہ اُس ذات کاکامل اظہار ہو؟ شہرلاہورکی پُرانی مسجدوں میں سے ایک کی دیوارپر" اللہ کافی" کندہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ذات میں وہ سب کچھ موجود ہے جواُس کے کامل اظہارکے لئے ضرور ہے۔ پھر "الودود" کہلاتا ہے ۔ اس سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ وہ محبت ومحبوب اورمحبت کے تمام لوازم اپنی ذاتِ واحد میں رکھتا ہے اورکسی بیرونی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اگرخدا واجب الوجود اورالقیوم ہے تو ضروراُس کی ازلی محبت کے لوازم اُس کی ذات پاک میں موجود ہیں۔ اسلامی خشک الوہیت کے خیال کے مطابق توخدا صفتِ محبت سے عاری ٹھہرتا ہے درحالیکہ اُس کے مخلوق انسان میں محبت کا جذبہ موجود ہے۔ لیکن یہ بات توغیرمتصور ہے کیونکہ خالق اپنی ذات وصفات میں مخلوق س ادنیٰ نہیں ہوسکتا۔

الغرض چونکہ تثلیث کی تعلیم میں مشکلات پیش آتی ہیں اس لئے یہ انسانی اختراع نہیں ہے اوریہ بھی یادرہے کہ یہ تعلیم موحد یہودیوں سے رائج ہوئی جن کا میلان خاطر اس کے خلاف ہونا چاہیے تھا۔ جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ سب کہنے کے بعد انسان کو لازم ہے کہ خدا کی ذات کا عرفان حاصل کرنے کےلئے الہٰی الہام کو اپنا رہنما بنائے ۔کیونکہ انسان اپنی جستجو سے خدا کو نہیں پاسکتا اوراپنے ناقص علم کے وسیلے سے اُس کی لامحدود ذات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا ۔ خدا کو پورے طور سے جاننے کےلئے ضرور ہے کہ ہم خود خدا ہوں یابرعکس اس کے یوں کہیں کہ جس کو انسان پورے طور سے جان سکے وہ خدا بھی نہیں ہوسکتا۔مذکورہ بالا بیانات کے مطابق جبکہ خدا کی ذاتِ واحد میں کسی طرح کی کثرت کا ہونا ضرور ہے اورکلام اللہ سے اُس کی ذات کے بارے میں تثلیث فی التوحید کی تعلیم ملتی ہے توایمان مضبوط ہوتا ہے اورامید تازہ ہوتی ہے۔جب سیدنا مسیح اپنے متحیر شاگردوں کے سامنے آسمان پر صعود فرمارہے تھے اُس نے اُنہیں فرمایا" جاؤ اورقوموں کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے (نہ کہ ناموں سے) بپتسمہ دے کر شاگرد بناؤ" مسیحی لوگ اسی نام کی منادی کرتے ہیں۔ باپ تمام چیزوں کو منبع وسرچشمہ ہے ۔ بیٹا ازل سے باپ کے ساتھ ہے اور روح القدس باپ اوربیٹے سے صادر ہے اورایک ہی خدا ہے۔

اسلام میں خدا اپنی خشک توحید اوربیگانہ واربزرگوں میں ایسا نظر آتا ہے کہ اُس کی ذات صفات جوبیان کی جاتی ہے اُس میں قائم نہیں ہوتیں۔ لہذا اسلام خدا کی تعریف میں قاصر ہے اورتوریت وانجیل کی الہٰی تعلیم اورمکاشفات کا مخالف ہے۔

باب دوم

صفاتِ خدا

قرآن اوراحادیث میں جوصفاتِ خدا سے منسوب کی گئی ہیں اُن کو عموماً ازلی بیان کیا ہےوہ ننانوے(۹۹) اسمائے الہٰی کے نام سے مشہورہیں۔ لہذا خدا کی صفات پر غوروفکر کرتے وقت ان ننانوے اسمائے صفات پر غورکرنا ازبس ضروری ہے۔ خدا کا اسم الذات یاذاتی نام اللہ ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ نام ننانوے ناموں کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اسمائے صفات کی دوقسمیں ہیں۔ اوّل اسماء الجلالیہ دوم اسماء الجمالیہ ۔ یہ سب نام آپ ہی اپنی شرح کرتے ہیں ۔ مثلاً الرحمٰن پہلی قسم کی فہرست میں آتا ہے لیکن المنتقم دوسری قسم کی فہرست میں آئیگا۔ اسلام کے علم الہٰی میں ان ناموں کی اہمیت کا ذکرکرتے وقت مبالغہ کرنا مشکل ہے کیونکہ ان کے وسیلے سے نہایت صفائی اورصراحت کے ساتھ معلوم ہوجاتا ہے کہ خدا کی صفات اورکیرکٹر کے بارے میں اہل اسلام کا خیال واعتقاد کیا ہے۔ ان ناموں کے ورد کا بہت ہی بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ مشکوات میں یوں مرقوم ہے" من احصاھادخل الجنہ" (جوکوئی ان کا ورد کرتا ہے بہشت میں جائے گا)۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ بہت سے دینی معلموں کی غلطی اس میں نہیں جوکچھ وہ خدا سے منسوب کرتے ہیں بلکہ اس بات میں ہے کہ وہ بہت سے ایسے امورکو نظرانداز کرتے ہیں جنہیں خدا سے منسوب کرنا چاہیے۔ ان ننانوے وصفی ناموں میں سے زیادہ ترخدا کی قہاری وجباری کا اظہار کرتے ہیں اوراُس کے جلال کا بیان کرنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ بیشک یہ سچ ہے کہ قرآن میں ایک سورہ کے سوا سب کے شروع میں خدا کو" رحیم ورحٰمن" لکھا ہے اوربار باراس کو غافرالذنوب بیان کیا ہےلیکن یہ حقیقت پھربھی قائم رہتی ہے کہ قرآن خدا کو زیادہ ترصاحب قدرت اورمطلق العنان حاکم ہی بیان کرتا ہے اورخدا کی فرمانبرداری کی بنیاد اُس کا خوف اورمحبت بالکل مفقود ہے۔ خدا کے اخلاق کے متعلق صرف چار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اوراگرچہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایک طرح سے یہ اخلاقی صفات ہیں توبھی

قرآن میں صرف دوہی الفاظ ملتے ہیں اوراسلامی علم الٰہی میں
اُن کے بھی معانی مشتبہ ومشکوک ہیں۔ خدا کی قہاری وجباری
کی صفات قرآن میں بار بار ذکر کی گئی ہیں۔ خدا کی اخلاقی
صفات کا خلاصہ یا ماحصل اُن دوآیتوں میں پایا جاتا ہے جن
میں مندرج ہے کہ اللہ پاک اور صادق العقول ہے۔ قرآن
بتاتا ہے اوراحادیث سے اس کی تشریح کی جاتی ہے کہ حضرت
محمد کوکسی حد تک خدا کی جسمانی صفات کا خیال توتھالیکن
اُس کی اخلاقی صفات کا خیال یاتوتھا ہی نہیں یابلکل غلط تھا۔
آپ نے فطرت میں خدا کی قدرت کودیکھا لیکن اُس کی پاکیزگی
اوراُس کے عدل وانصاف کی جھلک آپ کو نصیب نہ ہوئی۔

جب خدا کے ننانوے ناموں کی فہرست میں " باپ"
نظر نہیں آتا تومسیحی آدمی کو اس سے سخت حیرت ہوتی
ہے۔ اگر قرآن واحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بائبل کے
مکرر اعلان" خدا جہان کو پیارکرتا ہے" کا نہ پایا جانا ازحد
پریشانی پیدا کرتا ہے جس دین میں ابتدائِ عالم سے پیشترہی
سے خدا جہان کو پیارکرنے والا نہیں اُس میں یہ تعلیم کہاں
پائی جاسکتی ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد سے خدا اپنی
مخلوقات کوپیارکرتا ہے۔ لفظ "اسلام" اس امر کے اظہار کے
لئے کافی ہے کہ خدا اورانسان میں بجائے باپ اوربیٹے کے آقا
اورغلام کا رشتہ ہے۔ اور انسان کا رتبہ صرف یہی ہے کہ
قادرِمطلق خدا کی مرضی کا محض مغلوب ہی ہو۔

اہل اسلام بحیثیتِ مجموعی ان ننانوے اسمائے
صفات سے بہت ہی متاثر ہوئے ہیں ۔ کلمہ توحید لا الہ الا
اللہ" کے بعد سب سے زیادہ" اللہ اکبر" مسلمانوں دردزبان ہے۔
پس اہل اسلام کا تصورجوخدا کے بارے میں ہے اُس میں کچھ
محبت نہیں جوعابد کو معبودوں کی طرف طبعاً مائل کرکے
فرمانبردار بنائے تاکہ وہ محبت اور دلی رغبت سے خدا کی
مرضی کا مطیع بنے۔ خدا کااسلامی تصوریہ تقاضا کرتا ہے کہ
خدا کی ایک جابر حکم کی مانند غلامانہ فرمانبرداری کی جائے
اوراس کا نتیجہ یہ ہے کہ فرزندانہ محبت میں بہت کمی واقع
ہوئی ہے۔ حضرت محمد نے مسیح کی ابنیت کی تردید کی اوراس
کا اسباب یہ تھاکہ آپ اُس کو روحانی پیرایہ میں نہ بیان کرسکے
اورنہ سمجھ سکے لیکن خدا کوآپ نے ایسا جسمانی تصورکرلیا
کہ گویا وہ تخت پر بیٹھا اپنے ہاتھ سے تقدیر ہائے نیک وبدلکھ

رہا تھا۔ اب کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت محمد کا خیال خدا کی شخصیت کے بارے میں بالکل غلط تھا اوراسی واسطے آپ اس خیال میں الجھ گئے کہ مسیح کی ابنیت کی نسبت مسیحی تعلیم کویوں تصورکیاکہ اُس کے مطابق گویا وہ مریم طاہرہ سے جسمانی طورپر پیدا ہوا۔

باب سوم

عقائدِ تجسمِ خُدا

قرآن کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوتاہے کہ بہشت ودوزخ کے متعلق بیانات مادی ہیں۔کیونکہ حضرت محمد نے زیادہ تر اہلِ بہشت کی نفسانی عیش وعشرت اوراہلِ دوزخ کے جسمانی عذاب ہی کے بیان میں اپنے تمام تصورات کو صرف کیا ہے۔ قرآن اوراحادیث میں ایمانداروں کو بہشت میں بہت سی نفسانی خوشیوں کے وعدے دئیے گئے ہیں۔ اُن خوشیوں کے بیان نہایت مفصل اورمشرح طورپر مندرج ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ شرابؔ طہور کی نہریں جاری ہونگی اورموٹی موٹی سیاہ آنکھوں ولی حوریں اہل جنت کی خوشی کوکامل کرینگی۔ بخلاف اس کے دوزخ نہایت ہی ہیبت ناک جگہ ہے۔ وہاں اہل دوزخ کو آتشی لباس پہنا جائیگا اور ابُلتا ہوا پانی اُن کے سروں پر ڈلا جائے گا ۔ جس کی گرمی سے اُن کی آنتیں پگل کر نکل جائیگی اورلوہے کے گرزوں سے اُن کو مارینگے۔ خون اورپیپ کا مرکب انہیں کھانے کو ملیگا اوراُن بدبختوں کو سانپ اور بچھو متواتر ڈنک مارتے رہینگے ۔ حضرت محمد کا خیال اس

جسمانی سوزش کے عذاب سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس قسم کی سزا کو بہت سے شہیدوں نے مسکراتے ہوئے برداشت کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کے جہنم میں ذہنی اورعقلی سزا کا نام تک نہیں پایا جاتا۔

پس کچھ تعجب کا مقام نہیں کہ جب حضرت محمد کا دماغ ایسے مادی بہشت ودوزخ کے خیال سے پُر تھا توآپ نے خدا کو بھی ایسا ہی مادی بیان فرمایا۔ چنانچہ قرآن میں بہت سے مقامات پر خدا کے چہرے اُس کے ہاتھوں اوراُس کی آنکھوں کا ذکر ہے اوراُسے ایک تخت پر بیٹھا ہوا تصورکیا ہے۔ مفسر حسین لکھتا ہے کہ اس تخت کے آٹھ ہزار پائے ہیں اورہر دوپایوں کا درمیانی فاصلہ تیس لاکھ میل ہے ! قرآن واحادیث کے ان مقامات کی شرع میں مفسرین کو بڑی مشکل پیش آتی ہے اوراُنہوں نے صرف یہ طریقہ پسند کیا ہے کہ ان باتوں کو بے تفسیر اور بے دلیل ہی تسلیم کیا ہے۔ مثال کے طورپر ہم مالک ابن انس کے بیان کو پیش کرتے ہیں۔ وہ خدا کے تخت پر بیٹھنے کی نسبت یوں لکھتا ہے " خدا کا تخت پر بیٹھنا تومعلوم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ کس طرح بیٹھا ہوا ہے۔اس کو ماننا فرض ہے اورکسی طرح کی چون وچرا کرنا بدعت ہے" ۔ اس مقام پریہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق مادی لوحِ محفوظ سے نقل ہوکر مادی کتاب آسمان سے نازل ہوئی لہذا اس کا مقام یعنی تختِ خدا بھی مادی ہونا چاہیے۔ پس جب مادی تخت تسلیم کرلیا توخدا کو مادی ماننے میں ایک ہی قدم باقی رہ جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یہ قدم باقی نہیں رکھ چھوڑا اورخدا کو مادی جسم وصورت کے ساتھ تصورکیا ہے لیکن پھر بھی جیساکہ ترمذی کے بیان سے ظاہر ہے علمائے اسلام اس امر کے باب میں نہایت ہی ششدروحیران ہیں۔ حضرت محمد نے کہا تھا" خدا ساتوں آسمانوں کے سب سے نچلے پر اُترآیا" جب ترمذی سے اس کی نسبت پوچھا گیا تواُس نے جواب دیا کہ" خدا کا اُترآناتو قرین قیاس اور معقول بات ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس طرح سے اُترآیا ۔ اس پر ایمان لانا فرض ہے لیکن اس کے متعلق تحقیقات کرنا مذموم وبدعت ہے"۔

بیشک فرقه معتزله اوردیگر بدعتی فرقوں کے علماء نے اس قسم کے تمام مادی خیالات کی تردید کی اورتجسم کے الفاظ کے روحانی معانی بیان کئے لیکن راسخ الاعتقاد فرقوں کے علماء نے اُنہیں خوب سرزنش کی اوراُن میں سے بہت سے اس جرات وتہور کے سبب سے مارڈالے گئے ۔ پھر جب اُن کومقدرت نصیب ہوئی تواُنہوں نے بغدادی سلطنت کے زمانے میں راسخ فرقوں سے وہی سلوك کیا۔ جلال الدین السیطوی ان کے ظلم وتشدد کے باب میں بیان کرتاہے که خلیفه الواثق نے احمد(بن نصرالکفائی)محدث کوبغداد میں طلب کیا اوراُس سے قرآن کے خلق کئے جانے اورقیامت کےدن دیدارالہیٰ کےبارے میں سوال کیا خلیفه مذکوره خود اُن دونوں کا منکر تھا۔ احمد نے جواب دیا" ستروں ربکم یوم القیامته کما ترون القمر)روزِقیامت میں تم اپنے رب کو اس طرح دیکھوگے جس طرح چاند کودیکھتے ہو)الواثق نے کہا" توجھوٹ بولتاہے" ، " احمد نے جواب دیا " نہیں میں جھوٹ نہیں بولتا بلکه توجھوٹ بولتاہے " اس پر خلیفه نے کہا" کیا خدا ایك دائرے میں اُس مادی چیزکی مانند نظرآئیگا جس کوجگه مقید کرسکتی ہے اورآنکھیں دیکھ سکتی ہیں؟ یه کہکر معتزله پیشوانے اٹھ کراپنے ہاتھ سے احمد کو قتل کیا ۔تاہم آخرکارراسخ الاعتقاد فرقے کے لوگ غالب آئے اورنتیجتہً ہرایك پکے مسلمان کو یه ماننا پڑتاہےکه قیامت کے روز خدا مادی طورپر نظر آئے گا اوراس عقیدے کی بنیاد قرآن واحادیث کے صاف وصریح الفاظ پر ہے۔ چنانچه سوره قیامت کی ۲۲ویں آیت میں یوں مرقوم ہے۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌإِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کتنے منه اُس دن اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوئے تازه ہونگے)۔ حضرت محمد کی بہت سی احادیث خدا کے مادی دیدار کے متعلق موجود ہیں اوراُن سے صاف معلوم ہوجاتاہے که اس امر کے بارے میں آنحضرت کے خیالات کیسے تھے یہاں تك که شك وشبه کی مطلق گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچه مشکوات المصابیح میں مرقوم ہے" قال اذا رخل اہل الجنته الجنته یقول الله تعالیٰ تریدون شیئا اریدکمه فیقولون الم تبیض وجوهنا الم تدخلنا الجنته وتنجنا من النارقال فیرفع الحجاب فینظرون الی وجه الله تعالیٰ فما اعطوا اشیئا احبالهمه من النظرالی ربهم" (پیغمبر نے فرمایا که جب اہلِ جنت میں

داخل ہونگے تو اللہ تعالیٰ اُن سے کہیگا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں اوردوں؟ تب وہ کہینگے کیا تونے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا اور کیا تونے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور آتش دوزخ سے نہیں بچایا؟ تب خدا پردہ اٹھائیگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے چہرے پر نظر کرینگے ۔ اُن کو دیدار الٰہی سے زیادہ مرغوب کوئی چیز نہیں دیجائیگی)۔اگر کوئی معراج کا بیان پڑھے تو اُس پر بخوبی ظاہر ہوجائیگا ۔ کہ علمائے اسلام نے کہاں تک حضرت محمد کی شان میں مبالغہ وغلو سے کام لیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ " خداوند مجھ سے ملاقات کرنے کو آیا اور مجھ کو مرحبا کہنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میرے چہرے پر نظر کی اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کے سروں کی ٹھنڈک محسوس کیا" پھر ایک اور موقع پر جب آپ سورہے تھے خدا ملاقات کو آیا۔ چنانچہ مشکوات المصابیح میں یوں مندرج ہے" وضع کفه بین کنفی حتی وجدت بردمله بین ثدبی" (اُس نے اپنی ہتھیلیوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اُس کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں مسحوس کیا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ مندرجہ بالا بیان راسخ الاعتقاد مسلمانوں کی تعلیم ہے ہم ذیل کا بیان جوہرہ سے نقل کرتے ہیں۔ ۱۰۷سے ۱۱۲ صفحے تک یوں مرقوم ہے" خدا کو دیکھنا اس دنیا میں بھی اور عالمِ آخرت میں بھی ممکن ہے۔ اس دنیا میں تو صرف حضرت محمد ہی کو خدا کا دیدار نصیب ہوا ہے اور عالمِ آخرت میں تمام مومنین اُسکو دیکھینگے بعض کا خیال ہے کہ صرف آنکھوں سے دیکھینگے۔ بعض کے نزدیک تمام چہرے سے اور بعض کہتے ہیں کہ تمام جسم سے یا جسم کے تمام اعضاء سے دیکھینگے۔

مومنین کے اجر کے بارے میں قرآن میں ایک مشہور آیت ہے اور صحیح احادیث کی سند سے مفسرین اس آیت سے دیدار الٰہی کی طرف اشارہ پاتے ہیں۔ چنانچہ سورہ یونس کی ۲۷ویں آیت میں مندرج ہے " للذین احسنو الحسنیٰ وزیادته"(جنہوں نے بھلائی کی اُن کے لئے بھلائی اور زیادتی ہے)مفسرین کہتے ہیں کہ " بھلائی " سے بہشت اور گناہوں کی معافی مُراد ہے اور" زیادتی " کا فہوم فرحت افزادیدارِ خدا ہے۔ چنانچہ خلاصته التفاسیر کا مصنف اس آیت کی تفسیر میں

یوں لکھتا ہے " حسنیٰ سے جنت اور مغفرت۔۔۔ اورزیادتی سے دیدار الہٰی مُراد ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں عباس یوں لکھتا ہے " الحسنیٰ الجنته وزیاده یعنی النظرالی وجده الله" (حسنیٰ سے جنت اور"زیادتی" سے خدا کے چہرے پر نظر کرنا مراد ہے۔

اب ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ مندرجہ بالا حوالجات میں جن مقامات کا ذکر ہوا ہے اُنہی کی مانند بائبل میں بھی خدا کے چہرے اورہاتھ وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ایک طرح سے یہ بالکل سچ ہے لیکن بائبل سےمادی خدا کی تعلیم قائم نہیں ہوتی ۔ کیونکہ بائبل میں (اس قسم کے جتنے مقامات ہیں اُن کے معانی سوائے بالکل روحانی اورتشبیی کے اورکچھ ہوہی نہیں سکتے۔ مثلاً صاف لکھا ہے کہ" خدا روح ہے" (یوحنا ۴: ۲۴)۔ " کبھی کسی آدمی نے خدا کو نہیں دیکھا"(یوحنا ۱: ۱۸)۔ " خدا نے نادیدہ " (کلسیوں ۱: ۱۵)۔ پُرانے عہدنامے میں بھی جہاں جہاں خدا کے ظاہر ہونے کا ذکر ہے وہاں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ خداوند کا "فرشتہ" لوگوں کے ساتھ چلتا ہے اوراُن سے ہم کلام ہوتا تھا۔ مسلمان مفسرین کے مبالغوں سے پُربے ٹھکانہ بیانات اوربائبل کے بیان میں زمین وآسمان کا فرق ہے" مفسرین اسلام کے ان بیانات کی بنیاد حضرت محمد کے صاف وصریح الفاظ پر ہے۔ حضرت محمد نے خدا کو اور شیطان کو مادی وجود کے ساتھ متصورکیا ہے۔ چنانچہ مشکوات المصابیح میں شیطان کے بارے میں یوں مندرج ہے" وقت صلوات الصبح من طلوع الفجر مالمه نظلع الشمس فاذا اطلعت الشمس نامسیك عن الصلوات فاتها تطلع بین قرنی الشیطان" (نمازِصبح کا وقت صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک ہے لیکن جب آفتاب بلند ہوتا ہے نماز سے باز رہو کیونکہ یقیناً وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے بلند ہوتا ہے)۔

مشکوات میں ایک اورحدیث مرقوم ہے جوخدا کے مجسم ہونے اورتقدیر کی خوفناک تعلیم دیتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے " قال ان خلق الله ادم ثمه مسخ ظهره بیمینه فاستخرج منه ذریعه فقال خلقت هولا للجنه وبعمل اہل الجنته یعملون ثم مسح ظهره بیده فاستخرج ذریته فقال خلقت هوالاء اللنار وبعمل اہل الناریعلمون(کہا محمد نے) بیشك الله نے آدم کو

خلق کیا اوراُسکی پیٹھ ٹھوکی اپنے دائیں ہاتھ سے اوراس سے اولادنکال کر کہا کہ میں نے ان کو بہشت کےلئے پیدا کیا ہے اوریہ اہلِ بہشت کے کام کرینگے۔ پھردوبارہ اپنے ہاتھ سے اُس کی پیٹھ ٹھوک کراُس کی اولاد نکالی اور کہا کہ اُن کو میں نے دوزخ کےلئے پیدا کیا ہے اوریہ اہل دوزخ کے کام کرینگے)۔

مندرجہ بالا مقتبسات سے جن کی مانند اوربھی بہت سے مل سکتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ اسلام خدا کو مادی جسم دینے کے الزام سے بُری نہیں ہوسکتا۔ قرآن واحادیث میں جوبہشت ودوزخ کے مادی بیانات پائے جاتے ہیں یہ بھی اُنہیں سے اخذ کیاہوا خیال ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ یہ بیانات جن کو تمام پکے مسلمان لفظی طورپر سچ مانتے ہیں مجسم خدا کے خیال کی تائید کرتے ہیں۔ پھر علاوہ بریں حضرت محمد نے صاف صاف یہ بیان کیا ہے کہ شبِ معراج میں آپ آسمان پرگئے۔ وہاں آدم، موسیٰ، عیسیٰ اوردیگرانبیاء سے ملاقات کی اورآخر کاأمت کی نمازیں کم کرانے کی درخواست لے کر خدا کے حضور میں پہنچے۔ یہ بیان نہایت صاف اورتشبیہ واستعارے سے بالکل خالی ہے۔ اس سے بھی یہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا اپنی تمام مخلوق سے دُورسب سے اونچے آسمان پر ایک مادی تخت پربیٹھا ہے۔

خدا کے حق میں ایسے خیال واعتقاد کا عملی نتیجہ اسلامی عبادت کے خیال میں صاف نظر آتا ہے" رب العرش" نے دن بھر میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کا محکم دیدیا ہے اورہرایک مومن پر اس کی بجا آوری فرض ہے خواہ کیسا ہی بے لذت وتکلیف ومعلوم ہو۔ برکت حاصل کرنے کا ذریعہ سوائے فرمانبرداری کے اورکچھ نہیں۔ نمازیں سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں لیکن آنحضرت نے اُن کو کلیدِ درجنت بیان فرمایا ہے ۔ پس جو دانا ہے وہی داخل ہوگا۔ خدا کے ساتھ صحبت رکھنے کا خیال بالکل مفقود ہے۔ ہم یہ کہنے کی جرات کرسکتے ہیں کہ قرآن واحادیث میں کہیں ایک فقرہ بھی نظر نہیں آتا جویوحنارسول کے الفاظ ذیل کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے۔ " ہم خدا کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں" خدا محبت ہے اور جومحبت میں رہتاہے اورخدا اُس میں سکونت کرتا ہے" بائبل کی تعلیم کے بموجب خدا" ہم سے دورنہیں بلکہ ہرایک کے نزدیک ہے" اور" وہ ہاتھ کے بنائے ہوئے زمینی

یاآسمانی مکانوں میں نہیں رہتا" کیونکہ ہم اُسی میں چلتے پھرتے اورزندہ ہیں" جب برادرانِ اہل اسلام سیدنا مسیح سے یہ سیکھ لینگے کہ" خدا روح ہے اوراُسکے پرستاروں کو واجب ہے کہ روح وراستی سے اُس کی پرستش کریں۔ تب ہی رسم پرستی کی جگہ حقیقی روحانی عبادت ہوگی اوردور کے آسمانی تخت پر کے مہیب خدا کے خیال کے عوض میں خدا کے ساتھ دلی تعلق نصیب ہوگا ۔ تب ہی اہل مسیح کی ابنیت کی روحانی تعلیم کو سمجھ سکینگے اورپاک تثلیث میں ذاتِ باری کے متعلق بہت سے مشکل مسائل حل ہوجائینگے۔

باب چہارم

خدا اورانسان کا باہمی رشتہ

گذشتہ ابواب میں ہم واضح کرچکے ہیں کہ قرآن واحادیث نے کیسے نالائق ونامناسب پیرائے میں وجودِ خدا کا تصور پیش کیا ہے۔ قرآن واحادیث خداتعالیٰ کوخشک واحد اورمحبت سے خالی پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں بے نیازی اورواجب الوجود ہونے کی صفات رکھتا ہوا نظر نہیں آتا بلکہ بیرونی اسباب کا محتاج ہے یعنی اپنی شخصیت کے اظہار واحساس کے لئے مخلوقات کا حاجتمند ہے۔ علاوہ بریں قرآن اوراحادیث کی یہ تعلیم کہ خدا مادی وجود یا جسم رکھتا ہے اوربھی اُس کی ذاتِ پاک پر دھبا لگانے والی ہے اورروح وراستی کی عبادت کے لئے سدراہ ہے۔

جب ہم خالق اورمخلوق اورخصوصاً خدا وانسان کے باہمی رشتہ کے پہلو سے اسلام کی تعلیم پر نظر کرتے ہیں توذاتِ باری کا تصور اوربھی ناقص وادنیٰ نظرآتا ہے اوراقوام اسلام کا ترقی نہ کرنا اورخطرہ کے وقت مایوس وناامید ہونا

مقامِ تعجب نہیں رہتا ۔ اسلامی خدا وہ آسمانی باپ نہیں ہے جواپنے بچوں پر ترس کھاتا اوریہ بات یادرکھتا ہے کہ وہ خاک ہیں بلکہ وہ ایک دوُررہنے والا بالکل بیگانہ مطلق العنان بادشاہ ہے جواپنے غلاموں پر اپنی جابر مرضی کے موافق حکومت کرتا ہے اوراُس کیلئے کوئی کسی طرح کا قانون یا اخلاقی حد نہیں ہے۔ انسان اُس کے ہاتھ میں ایک ایسی پُتلی ہے جس کا ہرایک نیک وبعد فعل ازل ہی سے مقدر اور ابتدائے عالم سےپیشتر ہی سے لوح محفوظ پر مرقوم ہے۔ اس تقدیر وقسمت کی صریح تعلیم کا اگر صحیح نتیجہ اخذ کیا جائے تو خدابدی کا بانی ٹھہرتا ہے۔ جولوگ اس تعلیم کو مانتے ہیں وہ سب کے سب طبی طورپرکاہل الوجود اورپست ہمت ہوجاتےہیں اوراسلامی ممالک کی موجودہ حالت اس کی خلق تباہ کن اوربیکارکرنے والی تاثیر پر شاہد عدل کاحکم رکھتی ہے۔ اب ہم اس بات کا ثبوت اسلام ہی سے پیش کرینگے کہ ہم نے مندرجہ بالا بیان میں کچھ مبالغہ نہیں کیا۔

قرآن واحادیث میں قسمت کی تعلیم باربارپائی جاتی ہے اوردونوں اس بات پر زوردیتے ہیں کہ انسان نیکی یابدی کی مطلق طاقت نہیں رکھتا بلکہ بہر حال مقُید قسمت ہے چنانچہ مشکوات میں مرقوم ہے " قال ان اول ما خلق اللہ القام فقال لہ الکتب قال ماالکتب قال الکتب القدر فکتب ماکان وما ھوکائن الی بد" (پیغمبر نے فرمایاکہ یقیناً خدا نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اوراُسے کہا لکھ۔ پس اُس نے جوکچھ تھا اورجوکچھ ابد تک ہونے وال تھا سب لکھا) پھر اسی کتاب کی ایک اورحدیث میں یوں مندرج ہے " قال رسول اللہ صلع کتب اللہ مقاد دیر اخلائق قبل ان یخلق السموات والارض لنجمسین الفاسنتہ قال وکان عرشہ علیٰ الماء" (پیغمبر نے فرمایاکہ زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پیشتر اللہ نے تمام مخلوقات کی مقادیر کو لکھا اوراُس کا تخت پانی پر تھا۔ قرآن بھی ان احادیث کے ساتھ بالکل متفق اورہمزبان وہم آوازہے۔ چنانچہ سورہ القمر میں ۵۲، ۵۳ آیت تک یوں مرقوم ہے " إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ (ہم نے ہرایک چیزپہلے ٹھہراکر خلق کی ۔۔۔۔اورجوکچھ اُنہوں نے

کیا وہ ورقوں میں لکھا گیا اورسب چھوٹے بڑے لکھنے میں آچکے)۔پھرسورہ بنی اسرائیل کی چودھویں آیت میں لکھا ہے" إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهُ فِي عُنُقِهِ (ہرایک انسان کی بڑی قسمت ہم نے اُس کی گردن سے لگادی ہے)۔ نیزآدم اورموسیٰ کے بہشت میں بحث کرنے کا ایک قصہ مشہور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قسمت کے مطابق انسان کے سب نیک وبدافعال ازل ہی سے خدا نے ٹھہرا رکھے ہیں۔ چنانچہ یہ قصہ مشکوات میں یوں مندرج ہے کہ" ایک مرتبہ آدم اورموسیٰ اپنے رب کے حضورمیں بحث کررہے تھے اورموسیٰ نے کہا تو وہ آدم ہے جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے خلق کیا۔ جس میں اُس نے اپنی روح پھونکی، جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا اورخدا نے تجھ کو بہشت میں بسایا۔ باوجود اس سب کے تونے گناہ کیا اورتمام بنی آدم کو ذلیل کیا۔ آدم نے کہا تو وہ موسیٰ ہے جس کو خدا نے اپنا پیغام اوراپنی کتاب دے کر بھیجنے کا شرف بخشا اورخدا نے تجھ کو وہ لوحیں دیں جن پر سب کچھ مرقوم ہے۔ تومجھے بتاکہ خدا نے مجھ کو خلق کرنے سے کتنے سال پیشتر توریت کولکھا تھا؟ موسیٰ نے کہا چالیس سال۔ تب آدم نے پوچھا کیا تونے اُس میں یہ لکھا دیکھا کہ آدم نے اپنے رب کے خلاف گناہ کیا! موسیٰ نے کہاہاں اس پر آدم نے کہا پھر تومجھے اس فعل پر کیوں ملامت کرتا ہے جو خدا نے مجھے خلق کرنے سے چالیس برس پہلے ہی ٹھہرا رکھا تھا؟ ایک اورحدیث بعض کے بہشت کوجانے اوربعض کے جہنمی ہونے کی تقدیر کی تعلیم دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی کی روایت سے مشکوات میں یوں مندرج ہے" مامنکمہ احد الا وقد کتب مقعدہ ومن النارو مقعدہ من الجنتہ" (تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے لئے خدا نے بہشت یا دوزخ میں جگہ نہ لکھ رکھی ہو)۔پھر آنحضرت کی ایک اورحدیث اسی اندھا دھند مایوسی خیز قسمت کی تعلیم دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان اللہ عزوجل فرغ الیٰ کل عبدمن خلقہ من خمس من اجلہ وعملہ ومضجعہ واثرہ ورزقہ"(بیشک اللہ عزوجل نے اپنے تمام بندگان کے لئے پانچ باتیں پیدائش سے ٹھہرا رکھی ہیں(۱) موت(۲) جائے سکونت (۳) افعال (۴)سفرات (۵) رزق) پس کچھ تعجب نہیں کہ آپ کے صحابہ نے ایسے عقیدہ کو سن کر حیرانگی سے پوچھا" توپھر انسان کی سعی

وکوشش سے کیا فائدہ ہے؟ جس کا آپ نے قطعی جواب دیا۔" جب خدا کسی نے بندے کو بہشت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اُس کے مرتے دم تک اُسے اہلِ بہشت کی راہ پر چلاتا ہے اور اُس کے بعد اُسے بہشت میں لے جاتا ہے اور جب وہ کسی بندے کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اُس کے مرتے دم تک اُسے اہلِ دوزخ کی راہ پر چلاتا ہے اور اُس کے بعد اُسے دوزخ میں لے جا" (دیکھو مشکوات المصابیح کتاب الایمان باب القدر)۔

اسی طرح سے قرآن میں بھی شروع سے آخر تک قسمت کی ایسی ہی اندھا دھند تعلیم پائی جاتی ہے اور خدا بالکل بے قانون اور اپنی مرضی کا مغلوب جابر بادشا ہ بیان کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ سورہ النحل کی ۹۵ویں آیت میں یوں مرقوم ہے۔يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ (جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے)۔پھر جیسا احادیث میں ہے ویسا ہی قرآن میں بھی لکھا ہے کہ خدا نے بعض لوگوں کو خاص دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے ۔ مثلاً سورہ اعراف کی ۱۸۰ ویں آیت میں مندرج ہے" ولقد ذرانا الجھنم کثیراً من الجن والانس " (بہت سے جنوں اور انسانوں کو ہم نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے)سورہ سجدہ کی ۱۳ویں آیت میں اس فعل کا جو کہ خدا کی شان کے شایان نہیں ہے سبب بیان کیا گیا ہے ۔وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ(اگرہم چاہتے توسب کو ہدایت کرتے لیکن میرا یہ قول حق ہے کہ میں جنوں اور آدمیوں سے دوزخ کو بھرونگا)۔یہ قطعی تقدیر الہٰی نہ صرف ہر فرد بشر کے لئے اس کا انجام مقرر کرتی ہے بلکہ زندگی کے ہر پہلو پر اس کی تاثیر ہوتی ہے اور انسان خدا کے ہاتھ میں ایک پرخہ سا بن جاتا ہے جو ازخود حرکت نہیں کرسکتا بلکہ جدھر الٹا سیدھا خدا چلاتا ہے چلتا رہتا ہے جیساکہ سورہ حدید کی ۲۲ویں آیت میں مذکور ہےمَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا(زمین پر یا تم میں کوئی ایسی بات حادیث نہیں ہوتی جواس سے پیشتر کہ ہم نے اُن کو خلق کیا کتاب میں نہ تھی)پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو نیکی یا بدی اختیار کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے، یہاں تک کہ اُس کا چاہنا یا کسی بات کو پسند کرنا بھی خدا کی مرضی یا تقدیر میں آچکا ہے۔ چنانچہ ایک مقام نہایت ہی مشہور

ہے جوکہ راسخ الاعتقاد علمائے اسلام اپنے مباحثوں میں بغداد کے معتزلہ اوردیگر ملحدفرقوں کے خلاف پیش کیا کرتے تھے اورآزاد خیال مسلمانوں کے تمام دلائل کوجو وہ آزاد مرضی کی تائید میں پیش کرسکتے تھے ردکرنے والا سمجھا جاتا تھا۔ سورہ دہر کی آخری آیات میں یوں مرقوم ہے " فَمَن شَاء اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاء اللَّهُ (پس جوکوئی چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیارکرے اورتم نہ چاہو گے جواللہ چاہے)قرآن واحادیث کی مکررہ شہادت سے ثابت ہواکہ اسلامی خدا کیسا ہے۔ خدا کی کیسی بُری تصویر دکھائی گئی ہے !اس قسم کے عقیدے سے انسان مایوسی کے بحرِ بے پایاں میں گرجاتا ہے اوراس کی اپنی تمام سعی وکوشش بے فائدہ بے سود ٹھہرتی ہے اورکسی طرح سے خدا کی مرضی ڈھونڈھنے اوربجا لانے سے اُس تقدیر کو نہیں بدل سکتا جو اُس کی پیدائش سے ہزاروں سال پیشترہی لکھی جاچکی تھی۔ کیا شیطان اپنی ہوشیاری سے اس سے بڑھ کر کوئی ایسی راہ تجویز کرسکتا ہے جس کے وسیلے سے انسان کا دل زیادہ سخت ہوجائے اورنتیجتہً شکم پرستی اورشہوت پرستی کی زندگی بسر کرے؟ چنانچہ عمر خیال لکھتا ہے" کلک تقدیر نے جو لکھنا چاہا لکھد یا۔ اب کسی کی نیکی پرہیزگاری اورآہ ونالہ سے اُس کاایک نقطہ وشوشہ بھی ٹل نہیں سکتا" اہل اسلام جانتے ہیں کہ اُن کے اعمال نیک ہوں یا بدتوبھی ممکن ہے کہ خدا اُن کواہل بہشت میں شمارکرے۔ وہ بخوبی اپنا مقولہ بناسکتے ہیں کہ " آؤ کھائیں پیئیں اورعیش کریں کیونکہ موت سر پر کھڑی ہے" مشکوات المصابیح میں خود حضرت محمد کی حدیث موجو دہے" ان العبد لیعمل اهل النامی دانه من اہل الجنته ویعمل عمل اهل الجنته وانه من اہل الناس" (بیشک ممکن ہے کہ انسان کے اعمال اہل دوزخ کے ہوں اوروہ اہلِ بہشت میں سے ہو اورایا اس کے کام اہل جنت کے ہوں اوروہ اہلِ دوزخ میں سے ہو)۔ایسے مذہب ایسے اعتقادِ خدا اورخدا کے ایسے انتظامِ عالم کا واجبی نتیجہ ضرورلا پروائی اورمردہ دلی ہوگا۔ کیونکہ اگر انسان اٹل تقدیر یاقسمت کے قبضے میں ہے اوراس کے نیک وبداعمال کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ ازلی فیصلے کے مطابق اس کو جنتی یاجہنمی قرار دیا جاتا ہے توانسان کی

طرف سے دینی اوراخلاقی امور میں ہرطرح کی کوشش لاحاصل وبے سود ہے۔

قسمت اور تقدیر کی تعلیم کو دیکھ کر اگر ہم حضرت محمد کو یہ کہتے پائیں کہ ہرحالت میں تقدیر پر شاکر رہو، طاعون سے مت بھاگو اوربیماری کے دفیعہ کے سامان بہم پہنچانے کی کوشش نہ کرو تو کچھ تعجب نہیں ہوگا ۔مشکوات المصابیح میں آنحضرت کی ایک حدیث میں یوں مندرج ہے" الطاعون جن ۔۔۔واذا وقع بارض وانتمہ بھا فلاتخرجوا فرارمنہ (طاعون سزا ہے جب کسی ملک میں پھیلے اورتم اُس ملک میں ہو تو اُس کے سامنے سے مت بھاگو) حال کے علم حفظانِ صحت اورتجربات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اگرطاعون زدہ مقامات کو چھوڑدیا جائے اور مناسبِ تدابیر حفظِ تقدم اورعلاج ومعالجہ کے طورپر کام میں لائی جائیں توطاعون کا زور بہت کم ہوجاتا ہے اوراُس سے نجات ممکن ہوجاتی ہے لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اپنی جگہ سے مت ہلو بلکہ وہیں جمے رہو۔جو تقدیر میں لکھا ہے بہر حال وہی ہوگا۔

ہم نے یہاں پر فرقہ معتزلہ کی آزاد مرضی کی تعلیم پر بحث نہیں کی اوراُس کا سبب یہ ہے کہ پکے مسلمانوں کے نزدیک یہ فرقہ ملحد ہے اوراُس کی تعلیم بھی مردود ہے۔ اس مختصر بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ راسخ الاعتقاد اہل اسلام کے عقیدے کے مطابق خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو پیش کریں۔ ہم نے اسلامی تعلیمات کے سمجھنے میں غلط فہمی نہیں کی اورنہ ہم نے کوئی خلاف بیان کی ہے چنانچہ ہم اس بات کے ثبوت میں علمِ الہٰی کے وہ مسلمان اُستادوں کے بیان پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوجائیگا کہ اسلامی تعلیم مختصر ان بیانات میں موجود ہے اورقرآن واحادیث کے صاف وصریح الفاظ پر مبنی ہے ۔ چنانچہ پہلے ہم محمد برکوی کا بیان پیش کرتے ہیں" اس بات کا اقرارکرنا واجب ہے کہ نیکی اوربدی خدا کی ازلی تقدیر اورازلی ارادے سے وقوع میں آتی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اورجو کچھ ہوگا سب مقدر ہے اورازل ہی سے لوحِ محفوظ پر مرقوم ہے۔مومن کا ایمان اوردیندارکی دینداری ونیک اعمال الہٰی پیش بینی اورمرضی کے مطابق تقدیر میں آکر خدا کی منظوری سے لوحِ محفوظ پر لکھے گئے ہیں

بے ایمان کی بے ایمانی اوربیدین کی بیدینی اوربداعمال خاد کے ازلی علم اوراُسکی مرضی وتقدیر کے مطابق وقوع میں آتے ہیں لیکن اس میں اُس کی خوشی نہیں ہے۔ اگرکوئی یہ پوچھے کہ خدا بدی کو کیوں چاہتا ہے اورپیدا کرتا ہے؟ توہم صرف یہ جواب دے سکتے ہیں کہ ضرورکوئی نیک انجام جن کوہم نہیں سمجھ سکتے مدِنظر ہونگے" امام غزالی اس تعلیم کو مشہور مقصود الاثنیٰ میں یوں بیان فرماتے ہیں " حق سبحانہ ان چیزوں کو جوہیں اپنی مرضی سے مقرر کرتا ہے اورتمام حادثات وواقعات کو وقوع میں لاتا ہے ۔تمام کائنات میں کم وبیش چھوٹی بڑی، نیک وبد ،مفید ومضر، ایمان وبے ایمانی علم وجہالت ، خوشحالی وتنگ حالی۔ توانگری وافلاس، اطاعت وبغاوت غرض سب کچھ خداکی تقدیر اوراُس کی مرضی کے قطعی () کے مطابق ظہورمیں آتا ہے۔۔۔۔۔ اس کی تقدیر ٹل نہیں سکتی اورجوکچھ اُس نے ٹھہرادیا ہے اُس کے وقوع میں آنے میں تاخیرنہیں ہوتی"۔

اسلام نے خدا کو ایسا ہی اَن ہونا تصورکیا ہے جس سے تمام اخلاقی احساس نیست ونابود ہوجاتے ہیں اورانسانی ذمہ داری کا کلی طورپراستیصال ہوجاتا ہے کیونکہ جب انسان کا ہرایک فعل قادرِمطلق خدا کی مرضی اورتقدیر کے قبضے میں ہے تو اظہر من الشمس ہے کہ تمام انسانی افعال کا فعال درحقیقت خدا خودہی ہے ۔ پس ایسی حالت میں سزا دینا اور دوزخ میں ڈالنا اول درجے کی بے انصافی وبے رحمی ہوگی۔ معتزلوں کا یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ اگرخدا بے دینی سکھاتا ہےاورکفرکے کام کرواتا ہے تووہ خود بیدین وکافر ہے ! یہ تقدیر کی تعلیم انسان کو اس درجے تک کفر بکنے پر آمادہ کرتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ بائبل میں ایسی عبارات پائی جاتی ہیں جن سے برگزیدگی کی تعلیم ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ صاف تعلیم ملتی ہے کہ خدا سب کی بھلائی چاہتا ہے وہ چاہتا ہے سب اس کی نزدیکی وقربت حاصل کریں۔ نجات حاصل کرنا بھی انسان کی آزاد مرضی پر چھوڑا جاتا ہے اوراس طرح سے قسمت کا پھندا اوربندھن بائبل کی تعلیم سے بالکل خارج ہے ۔ بائبل میں بہت سے مقامات پر مرقوم ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ تمام بنی آدم عرفان حق کو پائیں اورنجات کو

حاص کریں لیکن ہم صرف چند مقامات کے اقتباس پر اکتفا کرینگے" وہ چاہتا ہے کہ سارے آدمی نجات پائیں اورسچائی کی پہچان تک پہنچیں (۱تمطاوس ۲ :۴) وہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے (۲پطرس ۳: ۹) خداوند یہوداہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی حیات کی قسم ہے کہ شریر کےمرنے میں مجھ کچھ خوشی نہیں بلکہ اس میں ہے کہ شریر اپنی راہ سےباز آئےاورجیے (حزقی یل ۳۳: ۱۱) بائبل میں خدا پرازشفقت ومحبت باپ کی مانند ہے جواپنے بچوں پر بدرجہ کمال شفقت دکھاتا ہے اوراُن کی نجات کے کام کو پورا کرنے کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجتا ہے لیکناسام میں وہ آدم کو اُس کی اولاد کی پیدائش سے پیشتر اُن کی روحیں دکھاتا ہے اور اُن کو دوحصوں میں تقسیم کرتا ہے اوربعض کو اُس کی دائیں طرف اوربعض کو بائیں طرف کھڑاکرکے فرماتا ہے " ھو الا فی الجنتہ والا بالی دھوالا المناروبالی" یہ بہشت کے لئے ہیں اورمجھےکچھ پروانہیں یہ دوزخ کےلئے ہیں اورمجھے کچھ پرواہ نہیں)۔

مندرجہ بالا حوالا ایسے خدا کی پرستش کرتا ہے جو ایشائی بادشاہ کی مانند چلتے چلے کسی کوانعام واکرام دیتا ہے اور کسی کے نام پر یہ بے سبب اپنی جابر طبیعت سے موت کا فتویٰ جاری کرتا ہے ۔ اگراسلامی تقدیر وقسمت مندرجہ قرآن واحادیث کو مانیں تو نما زروزہ اوردعابندگی بالکل بیکاروبے سود ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے تام افعال واقوال بلکہ خیالات میں بھی تقدیر کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے اورکسی طرح سےنیکی بدی کا ذمہ داراورجوابدہ نہیں ٹھہرسکتا لیکن انسانی ضمیر شخصی ذمہ داری کا احساس رکھتی ہے اوراس حقیقت پر نہایت صفائی وصراحت سے پرزورگواہی دیتی ہے۔

باب پنجم

خدا بلحاظِ گناہ ونجات

اسلامی تقدیر کے مطالعے سے خدا کا انسان سے رشتہ معلوم کرکے اوریہ جان کرکہ انسان کے تمام افعال ازل ہی سے تقدیر کے بس میں ہیں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں گناہ کی تعلیم اورنجات کی تدبیر دونوں ناممکن ہیں کیونکہ منطقی طورپر تقدیر کی تعلیم سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ نیکی اوربدی میں کچھ فرق نہیں ہے اورسز وجزا کے بھی کچھ معنی نہیں ہیں۔ لیکن اسلام کی متناقص تعلیمات کے سبب سے گناہ کا مفصل بیان پایا جاتا ہے اورسزا وجزا کی بڑی تدبیر موجود ہے ۔ قرآن کی تعلیمات سے بہت ہی متغائر ومتابئن ہیں اورخاص کر گناہ اورنجات کے باب میں تو قرآن بالکل گڈمڈ اورتناقص سے پُر ہے۔ حضرت محمد نے ایک طرف توتقدیر کی ایسی تعلیم دی کہ انسان بالکل بے کس وبے بس ہوگیا۔ آزاد مرضی ہاتھ سے دے بیٹھا اورایسے بے اختیار ہوگیا جیسے کمہار کے ہاتھ مٹی ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آنحضرت خدا سے میل حاصل کرنے کی انسانی آرزو کودبا نہ سکے اور شخصی آزادی وذمہ داری کی حقیقت کو نظر انداز نہ کرسکے۔ تقدیر وقسمت کو اس متغائر تعلیم کو حکیم عمر خیال اپنی رباعیات میں نہایت صفائی سے یوں بیان کیا ہے" اے توجس نے میری راہ کو طرح طرح کے خطروں سے بھردیا اورازل ہی سے میرے تمام افعال ٹھہرارکھے ہیں۔ مجھ کو میری گنہگاری کے لئے سرزنش نہیں کریگا"۔

اگرگناہ کے تعلق میں اسلام کےالہٰی تصور پر غور کیاجائے تو یہ حقیقت بالکل آشکارا ہوجاتی ہے کہ اخلاق اور دین میں کوئی باہمی رشتہ باقی نہیں رہتا۔ حقیقی راستی وپاکیزگی کے مقابلے میں خدا رسم پرستی اورظاہری دکھاوے کی دینداری کو زیادہ چاہتا ہے۔ اندرونی تقدیس کی چنداں پروا نہیں کرتا لیکن ظاہری رسوم کی بجاآوری بہت ضروری ہے ۔ پس گناہ کوئی ازلی اخلاقی شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ محض ایک جابرانہ حکم کی عدم تعمیل کا نام ہے اورمسلمان تاجروں کی عملی زندگی سے اس امر کی بخوبی تشریح ہوتی ہے۔ وہ روزانہ نمازوں کے باب میں توبڑے ہوشیاراورمحتاط ہیں

لیکن لین دین میں بے کھٹکے جھوٹ اورفریب سے کام لیتے ہیں۔ عام طورپر یہ دیکھا جاتاہے کہ یورپ کےباشندے جھوٹ بولتے اوردھوکہ وفریب کرتے ہیں وہ دینداری کا دعویٰ ہی نہیں کرتے ۔ اُن میں کم سے کم یہ خوبی پائی جاتی ہے کہ اُن کا ظاہروباطن یکساں ہے۔

اگر حضرت محمد کی احادیث اوردیگر اسلامی کتب فقہ مثلاً فتاوی عالمگیری وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے توصاف معلوم ہوجائے گا کہ اندرونی پاکیزگی اور دینداری کےعوض میں ظاہری رسوم کی بجاآوری پر زیادہ زوردیا گیا ہے اوررسم پرستی کے احکام روحانی تعلیم کےمقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ اہل اسلام پر ایسی تعلیم کی بڑی تاثیرہوئی ہے چنانچہ وہ خدا کے بارے میں غلط خیال اورغلط اعتقاد رکھنے کی وجہ سے حقیقی عبادت سے بہت دورجاپڑے ہیں اورروحانی عبادت کی جگہ رسم پرستی پر زوردیتے ہیں ۔ہمارے اس بیان کی تشریح وتصدیق کےلئے اسلامی نمازکو دیکھئے اورخیال کیجئے کہ اہل اسلام کس طرح بن سمجھے یونہی طوطے کی طرح الفاظ کو دہراتے ہیں ۔ ہم بے تامل کہہ سکتے ہیں کہ اس نمازمیں اٹھنے بیٹھنے کی تفصیل اورقرات الفاظ ہی کا زیادہ ترج خیال کیا جاتاہے ۔نمازگذارکی نیت کیسی ہی خالص ہو اوروہ کتنی ہی صاف دلی سے عبادت کرے توبھی نمازاجنبی زبان میں ہے (کیونکہ عربوں کے سوا بہت ہی کم مسلمان عربی زبان سمجھتے ہیں)اورپھر طرفہ تریہ بات ہے کہ اگراٹھنے بیٹھنے میں کہیں ذراسی غلطی ہوگئی تونمازٹوٹ گئی ۔نمازکا صحیح ہونا نمازگذار کی دلی حالت پرنہیں بلکہ ظاہری قواعد پر موقوف ہے ۔چنانچہ حضرت محمد نے فرمایا " ان اللہ لا یقبل لوتہ بغیر طہور" (تحقیق اللہ بغیروضو کےنماز قبول نہیں کرتا)۔ پھر فرمایا " من ترك موضع شعرته من جنته لمه یغسلها فعل بها کذا اوکذ امن النار"(جس نے بال برابر جگہ ناپاك چھوڑدی اوراُسے نہیں دھویا اُس کے ساتھ دوزخ کی آگ سے ایسا کیا جائیگا)۔ یہ امر نہایت ہی حیرت خیزہے کہ اخلاقی پاکیزگی کی طرف بمشکل ہی کہیں اشارہ ملتاہے حالانکہ وضووغیرہ کے قواعد وتشریحات سے کتابیں بھرپڑی ہیں ۔ فی الجملہ نماز بجائے دلی عبادت کے اٹھنے بیٹھنے اورچند ظاہری قواعد کی بجاآوری ہے۔ چنانچہ مشکوات میں ایسی

احادیث بھرپڑی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پانی گناہوں کو دھوڈالتا ہے لیکن ہم اس جگہ صرف ایک حدیث پیش کرینگے کتاب الطہارت میں غسل کے بیان میں ایسی بہت سی احادیث ملینگی۔ آنحضرت نے فرمایا" ازاتوضا العبد المسلمه والمومن فغسل وجهد خرج من وجهه کل خطیبته نظر الیها بعینه مع الماء عراد مع اخر قطر الماء فاذا غسل یدیه خرج من یدیه کل خطیته کان بطشتها یده مع الماء مع اخر فطر الماء فاذا غسل رجیلته خرج کل خطیبته مشتهار جلاه مع الماء و مع اخوفٖر الماء حتی یخرج نقتیاس من الذنوب "(جب مسلمان یامومن بنده وضو کرتا ہے اوراپنا منه دھوتا ہے تووہ تمام گناہ جن پراُس نے اپنی دونوں آنکھوں سے نگاہ کی ہے اُسکے چہرے سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ خارج ہوجاتے ہیں اورجب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جواُس کے دونوں ہاتھوں نے کئے ہیں اُس کے ہاتھوں سے پانی کے ساتھ یاپانی کےآخری قطرے کےساتھ خارج ہوجاتے ہیں اورجب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو وہ تمام گناہ جن کی طرف اُس کے پاؤں چل کرگئے ہیں اُس کے پاؤں سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ خارج ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔

اسلام کی ظاہرداری اورقانون جواز کی صورت زیادہ ترگناہ کےبیان میں نہایت صفائی سے نظرآتی ہے۔ اسلام گناہ کی اصلی مکروہ صورت دیکھنے میں بالکل نا بینا ہے اوراسلامی علم الہٰی کے مطالعے سے یہ بات صاف معلوم ہوسکتی ہے کہ اس کا سبب خدا کے بارے میں غلط تصور اور غلط اعتقادرکھتا ہے۔ اسلام خدا کو راستکاراورانصاف دوست حاکم کی صورت میں پیش نہیں کرتا بلکہ بخلافاس کے ایک متلون مزاج العنان حکمراں کی حیتی میں دکھاتا ہے جس کی خوشنودی اُس کے چند احکام کی بجاآوری سے حاصل ہوسکتی ہے بلکہ جیسا ہم پیشتر ذکرکرآئے ہیں محض اس کے ننانوے(۹۹) ناموں کے ورد ہی کے وسیلے سے نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ ترمذی اورسنائی کے مطابق آنحضرت کی ایک حدیث یہ بھی ہے " من قمر کل یوم مانی مرقه قل هوالله احد فحی عنه ذنوب خمسین سنه(جس نے ہر روز

دوسوبار" قل هو الله احد" پڑھا اس کے پچاس برس کے گناہ مٹ جائینگے) کتا ب فضائیل القرآن میں بارباریہ مضر تعلیم دی گئی ہے کہ چند ظاہری رسوم کی پابندی سے گناہ معاف ہوجائینگے اورمکہ کا حج توبہشت میں جانے کےلئے رابداری کا یقینی پروانہ سمجھاتا ہے۔

مسلم وبخاری کے مطابق آنحضرت کی ایک اورحدیث مشکوات میں اسماء الہٰی کےباب میں مندرج ہے ۔ اُس سے بہت ہی اچھی طرح یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت محمد کے خیالات گناہ اورمغفرت کےبارے میں بہت ہی گڑبڑ اوربے ٹھکانہ تھے۔ چنانچہ مرقوم ہے "قال رسول اللہ صلی ان عبد اذنب ذبنا فقال رب اذنبت فاغفر فقال ربہ اعلمہ عبدی ان لہ رباً یغفر الذنوب دیا خذبہ غفرت لعبدی ثمہ ملث مشاء اللہ ثما اذنب ذنباً قال رب اذنبت ذباء اغفر فقال اعلمہ عبدی ان لہ ربا یغفر الذنوب دیا خذیم غفرت العبدی ثمہ مکث ماشا ء اللہ ثم اذنب زنبا قال رب اذنبت ذبنا اخر فاعفر ہ لی فقال اعلمہ عبدی ان لہ ر بالیغفر الذنب ویا حذبہ غفرت لعبد فلیفعل مشاء(رسول اللہ نے فرمایاکہ خدا کے ایک بندے نے کوئی سخت گناہ کیا اور کہا اے میرے رب میں نے گناہ کیا ہے اسے معاف کردے۔ اس کے رب نے کہا ۔ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ہے جوگناہ معاف کرتا ہے اوراُن کیلئے سزا بھی دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ پھر وہ ٹھہرارہا۔ جیسا خدا نے چاہا ۔ پھراُس نے ایک سخت گناہ کیا اورکہا اے میرے رب ۔ میں نے سخت گناہ کیا ہے۔ اسے معاف کردے۔ اُس نے کہا کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ہے جوگناہ معاف کرتا ہے اورسزابھی دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔پھر وہ ٹھہرا رہا جیسا خدا نے چاہا ۔ پھر اُس نے سخت گناہ کیا اورکہا اے رب میں نے پھر سخت گناہ کیا ہے ۔ مجھے معاف کردے۔ تب خدا نے کہا کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا رب ہے جوگناہ معاف کرتا ہے اورسزا بھی دیتا ہے۔میں نے اپنے بندے کو معاف کیا ہے پس اب وہ جوچاہے سوکرے!) ایسی تعلیم صریحاً گناہ کی طرف مائل کرتی ہے لہذا کچھ تعجب نہیں کہ اہل اسلام نے کفارہ کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا اور گناہ کی کراہیت کونہیں پہچانا۔ جب گناہ آسانی سے معاف ہوسکتا ہے تواُس کا

ارتکاب بھی تامل وبے خوف ہوتا ہے لیکن اگرانسان مسیحیوں کے ساتھ اس بات کو معلوم کرلے کہ گناہ کی معافی کےلئے سیدنا مسیح کو مصلوب ہونا پڑا تووہ گناہ سے نفرت وپرہیزکرنا سیکھیگا۔

حقیقت تویہ ہے کہ اسلام میں نجات کےبارے میں کوئی معقول اور قابلِ قبول خیال یا تعلیم نہیں ہے اورا سکی تلاش میں کتُبِ اسلام کا مطالعہ بالکل بے سود ٹھہرتا ہے۔ انسانی ضمیراپنی گنہگاری کو محسوس کرکےپکارتی ہے" میں کیا کروں کہ نجات پاؤں؟" لیکن اسلام سے اس کا کوئی تسلی بخش جواب بن نہیں آتا۔ اورجوجواب اسلام دیتا ہے وہ بالکل ناقص ہے اوراس سے یہ بھی ظاہرہوتا ہے کہ اہل اسلام خدا کی ذات کے بارے میں کیسے ناواقف اور غلط خیال رکھنے والے ہیں۔ جب بنیادہی ایسی کھوکھلی ہے اورخدا کے حق میں درست اعتقاد ہی نہیں توپھرکچھ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت محمد کونجات کی کوئی ایسی صورت نہیں سوجھی جوخدا کی شان کے شایاں ہوتی۔

" میں کیا کروں کہ نجات پاؤں؟" کے جواب میں حضرت محمد کے اقوال بے شمار اورباہم متضاد ہیں۔ اگرگنجائش ہوتی تو ہم بہت سے ایسے مقامات کونقل کرتے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے خیال کہ مطابق قیامت کے روزکل بنی آدم کے نیک وبد اعمال تولے جائینگے اوراُن کی کمی یا بیشی کے مطابق جزا وسزا کے فتاوی سنا کر بعض کو بہشت میں داخل کیا جائے گا اور باقی سب جہنم واصل ہونگے۔ پھر یہ بھی آپ نے فرمایا کہ حضرت محمد سمیت تمام بنی آدم کو نجات کا دارومدارخدا کی رحمت پر ہے۔ علاوہ بریں بعض احادیث قرآن کے برخلاف یہ تعلیم دیتی ہیں کہ گنہگارانسان نجات حاصل کرنے کے لئے زیادہ ترحضرت محمد کی شفاعت ہی پر بھروسہ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ ہرایک انسان پیدائش سے پیشترہی سے جنت یاجہنم کے لئے مقرر ہوچکا ہے۔ یہ اعتقاد کیسا نا اُمیدی اورمایوسی سے پُر ہے۔

کتُب اسلام میں خدا کا ایک نام العادل بھی ہے۔ اوروہ الرحیم بھی کہلاتا ہے لیکن اسلام یہ بات سمجھانے سے بالکل

قاصر وعاجز ہے کہ وہ عادل ورحیم دونوں کیونکر ہوسکتا ہے انصاف اورعدل کا تقاضا یہ ہے کہ گناہ کیلئے سزا دی جائے اورنجات کی کوئی تدبیر جواسکی چارہ جوئی نہ کرے نامعقول وباطل ٹھہریگی۔ ساتھ ہی خدا کے رحم کے اظہار کی بھی کوئی صورت ہونی چاہیے تاکہ خدا کی ان ہر دوصفات یعنی عدل ورحم کا کامل اظہار ہوئے۔ اسلام کی اس ناقص وغیر تسلی بخش تعلیم کے نتائج کی شہادت تواریخ سے ملتی ہے بڑے بڑے پکے مسلمان بلکہ آنحضرت کے بعض اصحابہ کرام بھی اول درجے کی مایوسی وناامیدی کی حالت میں قبر میں گئے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خلیفہ علی کے ہاں کوئی مہمان وارد ہوا اورپوچھا کہ کیسے گذرتی ہے ؟ آپ نے جواب دیا کہ ایک لاچار گنہگار کی مانند نوشتہ تقدیر کے مطابق دن پورے کررہاہوں اورہیبتاک انجام کا منتظر ہوں۔ پھر آنحضرت کے صحابہ میں سے عمر ابن عبداللہ کی بابت لکھتا ہے کہ وہ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور ساری ساری رات عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ ایسے موقعہ پر اُس کے ہمسائے اکثر اُس کو چلاتے اوریوں کہتے سنتے تھے " اے میرے خدا! آتش ودوزخ کا خیال مجھے بے چین کررہا ہے مجھے نیند نہیں آتی ۔ میرے گناہ معاف کردے، اس دنیا میں انسان کے لئے فکریں اورغم ہیں۔ دوسرے جہان سزا کا حکم اورآتش دوزخ موجود ہے۔ ہائے ہائے ! روح کو آرام وراحت کی کہاں سے اُمید ہوسکتی ہے؟"

اسلام نجات کا کچھ یقین نہیں دلاتا کیونکہ وہ گناہ کا کوئی علاج بہم پہنچاتا ہے ہے اورنہ گنہگار کا کوئی عوض مہیا کرتا ہے تاہم انسان کی روح کفارہ کے لئے چلاتی ہے اوراس بات کی ازبس آرزومند ہے کہ کسی طرح سے مغفرت کا یقین حاصل ہوجائے۔ بائبل کی یہ تعلیم کہ " بن خون بہائے معافی نہیں" انسان فوراً قبول کرتا ہے اورشیعہ لوگوں کو امام حسن اورامام حسین کی موت کوکفارہ کی موت قراردینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ کفارہ کی ضرورت کا یقین انسان کے دل میں نہایت ہی پختہ وبیخ گرفتہ ہے۔

جب اسلام اس عظیم حقیقت کو سمجھیگا کہ" خدا محبت ہے" تب ہی اسلام مسیح کے کفارہ کی عظیم معقولیت کو سمجھ سکینگے، اسلام ابتدائی گناہ کو تسلیم کرتا ہے اورمانتا ہے کہ آدم کے وسیلے سے تمام بنی آدم گنہگار

ٹھہرے۔ پس اب اہل اسلام اس بات کو کیوں معقول اورقابلِ قبول خیال نہیں کرتے ایک ہی یسوع مسیح کی فرمانبرداری کے سبب سے تمام بنی آدم راستبازٹھہرسکتے ہیں ؟ انجیل شریف میں یہ ایک نہایت عظیم ازلی حقیقت منکشف کی گئی ہے بلکہ انجیل یہی ہے اورلاکھوں نے اسی سے حقیقی راحت کو حاصل کی ہے ۔اے برادرانِ اہل اسلام بائبل کو پڑھو۔ اُس میں آپ کو خدا ئے تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا مکاشفہ نصیب ہوگا۔ وہ مطلق العنان وجابر حاکم نہیں جوبندوں کو اُن گناہوں کی سزا دیتا ہے جن کے ارتکاب پر اُس نے خود ہی اُن کومجبورکیا بلکہ مہربان اوررحیم باپ ہے جواپنی مخلوق بنی آدم میں سے کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ آرزو رکھتا ہے کہ وہ سب اُس کی طرف رجوع لائیں اورحیاتِ ابدی کے وارث ہوں۔ وہ نہایت محبت بھرے الفاظ سے سب کو بلاُتا ہے۔ یہ خدا سیدنا مسیح میں ہوکر تمام جہان کو اپنے آپ سے ملاتا ہے اور صرف سیدنا مسیح کی صلیب کے وسیلے سے ہی گنہگار انسان خدا ئے پاک تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ صلیب پر عدل کا تقاضا پورا ہوگیا اوررحم کے اظہار کی بھی صورت نکل آئی ۔ بس اب جوکوئی چاہے آئے اورآبِ حیات مفت لے جوکوئی خدا کوجاننا چاہے اُسے مسیح " کلمتہ اللہ" کو جاننا ضرور ہے کیونکہ" خدا کوکسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جوباپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا"(یوحنا ۱: ۱۸) ۔ سیدنا مسیح فرماتےہیں" جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کودیکھا(یوحنا ۱۴: ۹)۔ " راہ ، حق اورزندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلے کے بغیرباپ کے پاس نہیں آتا"(یوحنا ۱۴: ۶)۔